

OPEN ACCESS RUSHD (Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies) Published by: Lahore Institute for Social Sciences, Lahore.	ISSN (Print): 2411-9482 ISSN (Online): 2414-3138 Jan-June-2024 Vol: 5, Issue: 1 Email: journalrushd@gmail.com OJS: https://rushdjournal.com/index
---	---

Usman Abbas¹

Dr. Hafiz Muhammad Shahbaz²

فہم حدیث کا تعارف اور قواعد: تحقیقی جائزہ

Introduction and Principles for Understanding Hadith: A Research Review

Abstract

The main sources of Shariah are Quran and Hadith. Both of them are in Arabic language. Familiarity with Arabic is necessary for their understanding to avoid misunderstanding. Just as the understanding of the Holy Qur'an is important, the understanding of the Hadith is also important. Therefore, an introduction to the principles and rules of understanding Hadith is very important in order to avoid deviations and misrepresentation. In this article, the important principles of understanding Hadith have been explained like it is important to prove that the Hadith is correct, collecting different texts of Hadith, distinguishing between Shariah meaning and literal meaning, knowledge of the causes of Hadith, to take care of the purposes of the Shariah and avoid unnecessary terms and conditions.

Keywords: Understanding Hadith, Rules, Introduction, Principles.

¹ PhD Scholar, Department of Islamic Studies, UET Lahore.

² Professor, Department of Islamic Studies, UET Lahore.

دین اسلام ایک مکمل اور جامع دین ہے، اس کے دو بنیادی ماخذ قرآن اور حدیث ہیں، یہ دونوں دین اسلام کے تمام احکامات کی بنیاد ہیں، ان بنیادی ماخذ کی زبان عربی ہے، بعض اوقات عربی زبان سے ناواقف دین کے بارے میں اچھی خاصی گفتگو کرتے ہیں اور احکامات بیان کرنے میں بڑے بے باک نظر آتے ہیں جب کہ ان کا عربی زبان و ادب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اس لیے بہت سی موثکافیاں دین کا حصہ سمجھی جانے لگیں، قرآن کریم پر ہونے والے کام کئی اعتبار سے معاشرے میں موجود ہیں اسی طرح حدیث نبوی کے حوالے سے بھی بہت سے کام ہوئے ہیں لیکن پھر بھی حدیث سمجھنے میں، حدیث کا فہم حاصل کرنے میں اور حدیث سے مسائل کا استنباط کرنے میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور یہ مشکلات بنیادی طور پر ان کو زیادہ درپیش ہیں جو عربی زبان و ادب سے بالکل تعلق نہیں رکھتے یا کبھی عربی زبان و ادب پڑھنے کا موقع میسر نہیں آیا ہوتا تو اس لیے حدیث کا فہم حاصل کرنا، حدیث کو سمجھنا اور حدیث سے مسائل کا استنباط کرنا ایک بنیادی، اصولی اور اہم بحث ہے، اس لیے اس مقالہ میں فہم حدیث کا معنی مفہوم اور فہم حدیث کے حوالے سے اصول و ضوابط کا قرآن و حدیث اور فہم سلف کی روشنی میں تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ حدیث کا درست فہم حاصل کرنے میں آسانی حاصل ہو سکے۔

فہم کا معنی و مفہوم:

فہم کا لغوی معنی ہے: جاننا، سمجھنا اور کلام کے معنی کا ادراک کرنا وہ کلام چاہے الفاظ پر مشتمل ہو یا اشارہ اور کنایہ پر مشتمل ہو، فہم کی جمع افہام اور فہوم آتی ہے۔
امام خلیل فراہیدی اور امام ازہری کہتے ہیں:

"فَهْمْتُ السَّيِّءَ فَهْمًا وَ فَهْمًا أَي عَقَلْتُهُ وَ عَرَفْتُهُ"¹

”میں نے اس چیز کو پوری طرح سے سمجھا، یعنی میں نے اسے عقل و شعور سے سمجھا اور اچھی طرح

جان لیا۔“

¹فراہیدی، خلیل بن أحمد، العین (بیروت: مکتبۃ الہلال، س-ن)، 4: 61؛ ازہری، محمد بن أحمد، تہذیب اللغۃ، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2001م)، 6: 177۔

امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: **فَهَمَّتُ النَّبِيَّ فَهَمًا أَيْ عَلِمْتُهُ**¹

”میں نے اس چیز کو پوری طرح سے سمجھا، یعنی میں نے اسے جان لیا۔“

امام ابن منظور لکھتے ہیں: **الْفَهْمُ: مَعْرِفَتُكَ الشَّيْءِ بِالْقَلْبِ**²

”دل سے کسی چیز کی معرفت کو فہم کہتے ہیں۔“

فہم کا اصطلاحی معنی:

امام ابن عقیل حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"العِلْمُ بِمَعْنَى الْقَوْلِ عِنْدَ سَمَاعِهِ، وَلِذَلِكَ لَمْ يُوصَفِ الْبَارِيءُ بِهِ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَزَلْ

عَالِمًا"³

”کسی کلام کو سن کر سمجھ لینے کا نام فہم ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو فہم کے نام سے متصف نہیں کیا

جاسکتا کیوں کہ وہ ہمیشہ سے جاننے والا ہے۔“

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الْفَهْمُ فِطْنَةٌ يَفْهَمُ بِهَا صَاحِبُهَا مِنَ الْكَلَامِ مَا يَفْتَرِنُ بِهِ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ"⁴

”فہم اس ذہانت کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ انسان کلام سے متعلق قول یا فعل کو سمجھ لیتا ہے۔“

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وَالْفِقْهُ أَحْصُ مِنَ الْفَهْمِ، وَهُوَ فَهْمٌ مُرَادُ الْمُتَكَلِّمِ مِنْ كَلَامِهِ، وَهَذَا قَدْرٌ زَائِدٌ عَلَى

مُجَرَّدِ فَهْمٍ وَضَعِ اللَّفْظِ فِي اللَّغَةِ، وَبِحَسَبِ تَفَاوُتِ مَرَاتِبِ النَّاسِ فِي هَذَا تَتَفَاوَتُ

مَرَاتِبُهُمْ فِي الْفِقْهِ وَالْعِلْمِ"⁵

¹ جوہری، إسماعيل بن حماد، الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية (بيروت: دار العلم للملايين، 1987م)، 5: 2005.

² ابن منظور، محمد بن مكرم، لسان العرب (بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1998م)، 4: 175.

³ بغدادی، علي بن عقيل، الواضح في أصول الفقه (بيروت: مؤسسة الرسالة، 1999م)، 1: 135.

⁴ ابن حجر، أحمد بن علي، عسقلاني، فتح الباري شرح صحيح البخاري (بيروت: دار المعرفة، 1379ھ)، 1: 165.

⁵ ابن قيم، محمد بن أبي بكر، الجوزية، إعلام الموقعين عن رب العالمين (الرياض: دار عطاءات العلم، 2019م)، 1: 438.

”لفظ فقہ فہم سے خاص ہے فقہ متکلم کے کلام سے اس کی مراد سمجھ لینے کو کہتے ہیں جو کہ فہم کے اصل لغوی معنی سے قدرے زائد معنی ہے لوگوں کے اندر علم و فقہ کے مراتب میں اختلاف پائے جانے کا سبب فہم میں ان کے مراتب کا مختلف ہونا ہے۔“

حاصل کلام یہ ہے کہ فہم سے مراد وہ گفتگو بات یا مسائل ہیں جو ذہن مستنبط کرتا ہے اور یہ حصول علم سے بعد ہوتا ہے علم کا مطلب ادراک ہے کسی چیز کے بارے میں جاننا ہے اور اس جاننے کے بعد جو سامنے آئے یا جو حاصل ہوا سے فہم کہا جاتا ہے، علم کسی لفظ کے ظاہری یا باطنی معنی کے مطلق ادراک کو کہتے ہیں اور فہم کسی لفظ کے دقیق اور مخفی معنی کے ادراک کو کہا جاتا ہے لفظ علم، فقہ اور فہم ان کے درمیان ترادف بھی موجود ہے لیکن ان کے درمیان کچھ تفاوت بھی موجود ہے۔

فہم میں تفاوت کا بنیادی سبب:

لوگوں کے درمیان فہم میں تفاوت اور فرق کی بڑی وجہ علم و معرفت میں کمی، حدیث فہمی کے اصول و ضوابط کے بارے میں عدم آگاہی اور بعض کا بعض پر علمی فوقیت رکھنا ہے۔

جیسا کہ ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی لکھتے ہیں:

”فہم اور دقت استنباط میں صحابہ کرام کے درمیان بھی فرق پایا جاتا تھا جیسا کہ نبی کریم ﷺ بعض صحابہ کرام سے خاص حالات میں کوئی بات کہتے پھر وہ اس واقعہ یا قول کو لوگوں سے اس طرح بیان کرتے جیسے کہ وہ آپ کا عام حکم ہو پھر اسے لے کر لوگوں میں خالص علمی بحث شروع ہو جاتی اس سبب میں غور طلب عمل یہ ہے کہ یہاں نقد کے اعتبار سے راوی کے صدق پر کوئی کلام نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ تصدیق اور تکذیب کا معاملہ ہوتا ہے بلکہ بات صرف اتنی ہوتی ہے کہ ایک شخص حدیث بیان کرتا ہے اور دوسرا سمجھتا ہے کہ یہ منسوخ یا بعض حالات اور واقعات کے ساتھ خاص یا مقید ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص حدیث بیان کر کے اس سے استدلال کرتا ہے تو دوسرا روک دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ فلاں شخص کے لیے خاص ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خاص حالات اور واقعات میں اسے یہ حکم دیا تھا اسی طرح کبھی ایک راوی کوئی حدیث ذکر کرتا ہے تو دوسرا راوی کہتا ہے کہ حدیث اس طرح نہیں بلکہ اس طرح ہے یا اس طرح کہ وہ حدیث بیان کرنے میں وہم و نسیان یا کمی و زیادتی کا شکار ہو رہا ہے۔ لہذا صحابہ کرام کے متعلق جو بھی آثار وارد ہیں کہ فلاں نے فلاں پر رد کیا، فلاں نے فلاں پر استدراک کیا وہ تمام اسی قبیل سے ہیں لہذا یہ معنی قطعاً مراد نہیں ہے کہ ایک فریق نے دوسرے فریق کی

تکذیب کی۔¹

اس سے معلوم ہوا کہ جب دنیا کے سب سے عظیم نفوس یعنی صحابہ کرام میں تفاوت مراتب پایا جاتا ہے، فہم و فراست اور علم و فقہ کے اعتبار سے تفاوت موجود ہے تو عام لوگوں میں کیوں کر نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس کی بنیادی وجہ یا سبب علم و معرفت کی کمی یا اصول و ضوابط سے عدم آگاہی یا قرآن کے اصول کہ ہر علم والے سے اوپر علم والا موجود ہے ہو سکتے ہیں۔

فہم حدیث میں غلطی کے اسباب:

حسن عبادت اور حسن نیت صحت فہم کے ہر گز ضامن نہیں ہو سکتے بلکہ بعض دفعہ انسان حسن نیت اور حسن عبادت کے باوجود فہم حدیث میں غلطی کا مرتکب ہو جاتا ہے چنانچہ ضروری امر یہ ہے کہ فہم حدیث میں غلطی کے اسباب کو جانا جائے تاکہ ان سے احتراز کیا جاسکے، عمومی طور پر اس کے بہت سے اسباب ہیں لیکن چند بنیادی اسباب درج ذیل ہیں:

1- عربی لغت سے عدم واقفیت:

دین اسلام کے بنیادی ماخذ عربی زبان میں ہیں، عربی زبان دقیق ہے، عربی زبان کے اسرار و رموز، مفردات کے معانی، مدلولات الفاظ سے واقفیت، عربی زبان و ادب اور نحو و صرف میں مہارت کے بغیر کوئی شخص کتاب و سنت کے نصوص کو صحیح طریقے سے سمجھ نہیں سکتا، اسی وجہ سے دین میں بہت سے ایسے امور داخل ہو گئے جن کا دین سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں تھا اور ان میں اکثر و بیشتر کا تعلق یا ادخال بہ ذریعہ عجم ہوا ہے، اس لیے حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”حدیث فہمی کے لیے عربی زبان اور اس کے استعمال کی جگہوں کا جاننا، عربی لغت کی وسعت کو سمجھنا، اس کے اشعار، مجاز، الفاظ کے عموم و خصوص اور دیگر اصول و قواعد کا علم رکھنا بہت ضروری ہے، ان امور سے بے نیاز ہو کر قرآن و حدیث کو سمجھنا ناممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں دور دراز علاقوں میں خط ارسال کرتے تھے کہ حدیث، فرائض اور علم نحو کو اسی طرح سیکھو جس طرح قرآن سیکھا جاتا

¹سباعی، مصطفیٰ بن حسنی، السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي (دمشق: المكتبة الإسلامية، 1982م)، 1: 264۔

ہے۔¹

لہذا معلوم ہوا کہ عربی زبان، اس کے اسرار و رموز اور نحو و صرف سے واقفیت دین اسلام اور اس کے بنیادی ماخذ کو سمجھنے کا بنیادی ذریعہ ہے، اس کے بغیر دین اسلام اور ان کے بنیادی ماخذ کو سمجھنا ممکن نہیں ہے۔

2- خواہشات نفس کی پیروی:

خواہشات نفس کی پیروی راہ حق میں ایک بڑی رکاوٹ ہے، قرآن و حدیث کی تعلیمات اور اس کے رجحان سے رکاوٹ کا باعث ہے اسی لیے بعض اوقات اہل بدعت کو اہل اہواء بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ وہ اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہوئے قرآن و سنت پر اپنی عقل اور رائے کو مقدم کر دیتے ہیں اور ساتھ ہی شرعی دلائل اور احادیث نبویہ کو ہوا پرستی کی نظر سے دیکھتے ہیں پھر جو حدیث ان کی خواہش کے موافق ہوتی ہے اسے اختیار کرتے ہیں اور جو مخالف ہو اسے ترک کر دیتے ہیں یا حدیث کی من چاہی تشریح، وضاحت اور تاویل کر کے اپنا راستہ تلاش کر لیتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی مذمت فرمائی ہے:

﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً ۖ فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾²

”کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔“

اس لیے امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”أَحْذَرُوا مِنَ النَّاسِ صِنْفَيْنِ: صَاحِبُ هَوَىٰ فِتْنَتُهُ هَوَاهُ، وَصَاحِبُ دُنْيَا أَعْجَبَتْهُ

¹ ابن عبد البر، يوسف بن عبد البر، جامع بيان العلم وفضله (المملكة العربية السعودية: دار ابن الجوزي،

1994م)، 2: 1129۔

² القرآن، الجاثية 23:45۔

دُنْيَاہُ¹

”دو طرح کے لوگوں سے بچو ایک وہ جو ہوا پرستی کے فتنہ کا شکار ہو اور دوسرا جو دنیا دار ہو اور دنیا کے پیچھے بھاگتا ہو۔“

لہذا معلوم ہوا کہ ہوا پرستی یا خواہشات نفس کی پیروی بھی فہم حدیث میں اور شرعی نصوص کے علم رسوخ میں بڑی رکاوٹ کا باعث بنتی ہے اس سے اجتناب کرنے کی ضرورت ہے۔

3- تعصب اور غلو:

یہ دونوں بھی فہم حدیث میں رکاوٹ کے اسباب میں سے ہیں کہ کسی جماعت یا فرد یا مذہب یا رائے یا فکر سے انسلاک یا تعلق ایک مذموم صورت اختیار کر لے اور انسان عصبیت کا شکار ہو جائے پھر وہ اپنی مخصوص شخصیت، جماعت، فرد، رائے اور فکر کے لیے رطب ویابس سے نا آشنا ہو جائے اور اس تعلق کو نبھانے کی خاطر غلط روش اختیار کرے اس لیے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے:

”قَالَ عَمْرُو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا فِي غَزَاةٍ قَالَ سَفِيَانُ مَرَّةً فِي جَيْشٍ فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ يَا لِلْأَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لِلْمُهَاجِرِينَ فَسَمِعَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ دَعَوْهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ فَسَمِعَ بِذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قَالٍ فَقَالَ فَعَلَوْهَا أَمَا وَاللَّهِ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَامَ عَمْرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ دَعِي أَضْرِبَ عُنُقَ هَذَا الْمُتَنَافِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ وَكَانَتْ الْأَنْصَارُ أَكْثَرَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ ثُمَّ إِنَّ الْمُهَاجِرِينَ كَثُرُوا بَعْدُ“²

”عمر و بن دینار رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ انھوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے

¹ ابن قیم، إعلام الموقعین، 2: 287۔

² البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (لاہور: دار السلام، 2009م)، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله: {سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ، لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ، إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ}، رقم الحدیث

بیان کیا کہ ہم ایک غزوہ (تبوک) میں تھے۔ سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ (بجائے غزوہ کے) "جیش" (لشکر) کا لفظ کہا۔ مہاجرین میں سے ایک آدمی نے انصار کے ایک آدمی کو لات ماری۔ انصاری نے کہا کہ اے انصاریو! دوڑو اور مہاجر نے کہا یعنی اے مہاجرین! دوڑو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے بھی اسے سنا اور فرمایا کیا قصہ ہے؟ یہ جاہلیت کی پکار کیسی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یا رسول اللہ! ایک مہاجر نے ایک انصاری کو لات سے مار دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس طرح جاہلیت کی پکار کو چھوڑ دو کہ یہ نہایت ناپاک باتیں ہیں۔ عبد اللہ بن ابی نے بھی یہ بات سنی تو کہا اچھا اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی۔ خدا کی قسم! جب ہم مدینہ لوٹیں گے تو ہم سے عزت والا ذلیلوں کو نکال کر باہر کر دے گا۔ اس کی خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کو ختم کر دوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ جب مہاجرین مدینہ منورہ میں آئے تو انصار کی تعداد سے ان کی تعداد کم تھی۔ لیکن بعد میں ان مہاجرین کی تعداد زیادہ ہو گئی تھی۔“

لہذا تعصب اور عصبیت ایک فتنہ عمل ہے جو فہم دین سے رکاوٹ کا باعث ہے اس لیے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے، اسی طرح کسی بھی کام یا امر میں میانہ روی چھوڑ کر حد سے تجاوز کرنا غلو کہلاتا ہے، غلو کے اثرات بہت مضر ہوتے ہیں یہ راہ حق میں رکاوٹ ہے اور بدعات، خرافات، عداوت اور فرقہ بندی کی بنیاد ہے جیسا کہ غلو کی بنیاد پر کئی گروہ وجود پذیر ہوئے خوارج، منکرین حدیث اور تکفیر مسلم کا گروہ وغیرہ اسی کا شاخسانہ ہے۔

4۔ منہج سلف سے انحراف:

اس بات میں کوئی دورائے نہیں کہ کتاب و سنت کے بارے میں سلف کا علم تمام امت میں سب سے زیادہ ٹھوس اور قابل اعتماد ہے۔ سلف صالحین امت کے لیے بڑے خیر خواہ ثابت ہوئے ہیں انہوں نے کتاب و سنت کو درست معنوں میں سمجھا اور اس کی صحیح تفسیر اور تشریح سے لوگوں کو شناسائی کروائی اسی لیے اہل علم کے ہاں سلف کا اجتماعی فہم حجت ہے اور ان کے متفقہ فہم سے انحراف کو گمراہی خیال کرتے ہیں۔

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"يَجِبُ عَلَى كُلِّ نَاطِلٍ فِي الدَّلِيلِ الشَّرْعِيِّ مِرَاعَاةَ مَا فَهَمَ مِنْهُ الْأَوَّلُونَ، وَمَا كَانُوا

عَلَيْهِ فِي الْعَمَلِ بِهِ؛ فَهُوَ آخِرِي بِالصَّوَابِ، وَأَقْوَمُ فِي الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ¹

”شرعی دلیل میں غور و خوض کرنے والے ہر شخص پر واجب ہے کہ اسلاف کے فہم اور ان کے طریقہ عمل کو مد نظر رکھے کیونکہ یہ روش درست کے زیادہ لائق اور علم و عمل میں زیادہ ٹھوس ہے۔“

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مَنْ عَدَلَ مِنْ مَذَاهِبِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَتَفْسِيرِهِمْ إِلَى مَا يَخَالِفُ ذَلِكَ كَانَ مَخْطُئًا فِي ذَلِكَ بَلْ مُبْتَدِعًا وَإِنْ كَانَ مُجْتَهِدًا مَغْفُورًا لَهُ خَطْوُهُ"²

”جس نے صحابہ اور تابعین کے مذہب اور ان کی تفسیر کو چھوڑ کر اس کے مخالف کسی دوسرے مذہب کو اختیار کیا وہ نہ صرف غلطی پر ہے بلکہ بدعتی ہے اگرچہ مجتہدانہ کوشش کی وجہ سے اس کی غلطی معاف کر دی جائے۔“

لہذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث کے درست اور صحیح مفہوم سے شناسائی کے لیے اسلاف کے طریقہ کار اور ان کے منہج کو اختیار کرنا بہت ضروری ہے تاکہ ہم درست طریقے سے عمل کے قابل ہو سکیں اور فہم قرآن و حدیث کا رسوخ حاصل کر سکیں۔

5- دلائل پر عقل کو فوقیت دینا:

نقل صحیح یا دلائل عقل سلیم کے مخالف نہیں ہوتے بلکہ دونوں میں موافقت پائی جاتی ہے اور عقل نصوص کے تابع ہے نہ کہ کتاب و سنت کے دلائل عقل کے تابع ہیں لہذا اس بات کو مد نظر رکھنا انتہائی ضروری ہے کہ اگر بالفرض عقل اور دلائل میں توافق نہیں پایا جا رہا تو پھر بھی فوقیت دلائل کو ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ دلائل اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت ہیں اور ہماری عقل میں نقص اور خلل واقع ہو سکتا ہے، اسی لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ أَسْفَلَ الخُفِّ أَوْلَى بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ

¹ شاطبي، إبراهيم بن موسى، الموافقات (بيروت: دار ابن عفا، 1997م)، 3: 289.

² ابن تيمية، أحمد بن عبد الحلیم، مجموع الفتاوى (المدينة المنورة: مجمع الملك فهد، 1995م)، 13: 361.

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى ظَاهِرِ خُفَيْهِ¹

”اگر دین رائے اور قیاس پر مبنی ہو تا تو موزوں کا نیچے والا حصہ اوپر والے کی بہ نسبت مسح کا زیادہ مستحق ہوتا، مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ اپنے موزوں کے اوپر ہی مسح کیا کرتے تھے۔“

لہذا اس سے معلوم ہوا کہ اسلاف اور خصوصاً صحابہ کرام کے ہاں بھی عقل کو نقل یعنی دلائل کے تابع رکھنے کی ایک پوری کوشش موجود تھی، یہی درست طریقہ ہے اور اسی سے فہم حدیث میں مدد حاصل ہوتی ہے۔

فہم حدیث کے اصول و ضوابط:

فہم حدیث کی بحث میں اصل موضوع بحث فہم حدیث کے لیے منہج سلف کے مطابق قرآن اور حدیث کی روشنی میں کشید کردہ اصول و ضوابط اور قواعد بیان کرنا ہے تاکہ فہم حدیث میں ہونے والی کج روی کو دور کیا جاسکے اور فہم حدیث کے اس عظیم میدان کو عظیم سے عظیم ترین بنایا جاسکے، رسول کریم ﷺ کے کلام کو ان کی منشا، مراد اور شائع کے اسلوب کے مطابق سمجھا جاسکے اور عمل کے قابل بنایا جاسکے لہذا اس کے لیے بہت سے اصول کشید کیے جاسکتے ہیں لیکن چند اہم اصول درج ذیل ہیں:

1- حدیث کا صحیح ثابت ہونا:

حدیث محدثین اور ناقدین حدیث کے طے کردہ اصولوں اور قوانین کے مطابق صحیح ہو، اس اصول کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کیوں کہ خود نبی کریم ﷺ نے بھی اس کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے:

"عَنْ الْمُغِيرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبِ عَلَيَّ أَحَدٍ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ نَبَحَ عَلَيَّ يُعَذَّبُ بِمَا نَبَحَ عَلَيَّ"²

”سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میرے متعلق کوئی جھوٹی بات کہنا عام لوگوں سے متعلق جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے جو شخص بھی

¹ أبو داود، سليمان بن أشعث، سنن أبي داود (لاهور: دار السلام، 2011م)، كتاب الطهارة، باب كيف المسح، رقم الحديث 162۔

² البخاري، الجامع الصحيح، كتاب الجنائز، باب ما يُكْرَهُ مِنَ النَّبَاخَةِ عَلَى الْمَيِّتِ، رقم الحديث 1291۔

جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔ اور میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ بھی سنا کہ کسی میت پر اگر نوحہ و ماتم کیا جائے تو اس نوحہ کی وجہ سے بھی اس پر عذاب ہوتا ہے۔“
لہذا معلوم ہوا کہ فہم حدیث سے پہلے اس بات کا یقین کرنا اور تحقیق کرنا ضروری ہے کہ حدیث اصول و ضوابط کے اعتبار سے صحیح اور قابل حجت ہے یا نہیں، اس کے بعد اس سے فہم حدیث اور استنباط مسائل اور دیگر اسلوب پر کام کیا جاسکتا ہے۔

2- مختلف متون حدیث کو جمع کرنا:

روایان حدیث اپنی صلاحیت اور حفظ کے مطابق اور روایت بالمعنی کے جواز کے بعد ایک ہی حدیث کو مختلف الفاظ اور متون میں روایت کرتے ہیں، اسی طرح مصنفین اپنی شرائط، ابواب، اغراض و مقاصد کے اعتبار سے حدیث کو مختلف اسلوب میں بیان کرتے ہیں، کبھی تفصیلاً اور کبھی تقدیم و تاخیر کے ساتھ اور کبھی اختصار کے ساتھ، لہذا مسائل کے استنباط سے پہلے اور فہم حدیث سے پہلے اس بات کا یقین کر لینا ضروری ہے کہ ایک ہی معنی اور مفہوم کی تمام روایات کے متون کو ایک جگہ جمع کر لیا جائے اور پھر ان تمام کا باغور جائزہ لینے کے بعد فہم حدیث کے مسائل پر گفتگو کی جائے۔ اس اصول کو مزید سمجھنے کے لیے محدثین کے اقوال موجود ہیں۔
امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لَوْ لَمْ نَكْتَبِ الشَّيْءَ مِنْ ثَلَاثِينَ وَجْهًا مَا عَقَلْنَا"¹

"اگر ہم حدیث کو تیس سندوں سے نہ لکھیں تو ہم اسے سمجھ ہی نہ پائیں۔"

امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

"الْحَدِيثُ إِذَا لَمْ تَجْمَعْ طَرَفَهُ لَمْ تَفْهَمْهُ"²

"اگر حدیث کی تمام اسانید کو جمع نہ کیا جائے تو اس کی غلطی واضح نہیں ہوگی۔"

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الْحَدِيثُ إِذَا لَمْ تَجْمَعْ طَرَفَهُ لَمْ تَفْهَمْهُ وَالْحَدِيثُ يُقْسِرُ بَعْضُهُ بَعْضًا"¹

¹ ابن معین، یحییٰ بن معین، تاریخ ابن معین (المکملۃ المکرمة: مرکز البعث العلمی، 1399ھ)، 4: 271۔
² خطیب بغدادی، أحمد بن علی، الجامع لأخلاق الراوی وأداب السامع (الریاض: مکتبۃ المعارف، 2016م)، 2:

”جب تک حدیث کے تمام طرق کو اکٹھا نہ کر لو تم اسے سمجھ نہیں سکتے اور حدیث کا ایک حصہ دوسرے حصے کی وضاحت کرتا ہے۔“

لہذا معلوم ہوا کہ حدیث کے تمام طرق اور متون کو جمع کرنے کے بعد کسی مسئلہ میں گفتگو کرنی چاہیے، فتویٰ دینے اور فہم حدیث کے لیے اس بنیادی اصول کا خاص خیال رکھنا چاہیے تاکہ مکمل فہم حاصل ہو سکے۔

3۔ شرعی اور لغوی مفاہیم میں تفریق کرنا:

کسی لفظ کے تین معنی ہو سکتے ہیں: شرعی معنی جو شریعت سے ماخوذ ہو، اصطلاحی معنی جو فقہاء یا محدثین یا اس فن کے ماہرین سے منقول ہو، لغوی معنی جو کلام عرب اور لغت عرب سے ماخوذ ہو، اس لیے کسی بھی اصطلاح یا لفظ کے شرعی اور لغوی مفہوم میں فرق کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ اس کی بنیادی مثال لفظ الصلاة ہے کہ اس کے لغوی اور شرعی مفہوم میں خاصا فرق کرنے کی ضرورت ہے پھر اس لفظ کی صحیح مراد تک پہنچا جاسکتا ہے کیونکہ بعض اوقات لغوی طور پر یا اصطلاحی طور پر کسی لفظ سے مختلف چیز سامنے آتی ہے جبکہ شریعت کا اس سے مقصود کوئی اور مسئلہ یا چیز ہوتی ہے جس وجہ سے اس میں بنیادی فرق آجاتا ہے۔

امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَإِذَا دَارَ اللَّفْظُ بَيْنَ حَمَلِهِ عَلَى الْمَعْنَى اللَّغَوِيَّةِ وَالشَّرْعِيَّةِ. كَانَ حَمَلُهُ عَلَى الشَّرْعِيَّةِ
أَوْلَى"²

”جب کسی لفظ کو لغوی اور شرعی دونوں معنوں پر محمول کرنا ممکن ہو تو اسے شرعی معنی پر محمول کرنا بہتر ہے سوائے اس کے کہ کوئی دلیل صارف آجائے۔“

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”لفظ کی تفسیر لغوی معنی کے اعتبار سے کی جائے گی سوائے اس کے کہ ثابت ہو جائے کہ شارع نے کسی اور معنی کی طرف اسے منتقل کر دیا ہے۔“³

¹ ایضاً

² ابن دقیق العید، أحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام (بیروت: دار المعرفة، 1379ھ)، ص 12۔

³ ابن قیم، محمد بن أبي بكر، الجوزية، زاد المعاد في هدي خير العباد (بيروت: مؤسسة الرسالة، 1994م)، 5:

لہذا معلوم ہوا کہ لغوی، اصطلاحی اور شرعی مفاہیم میں تفریق کو مد نظر رکھتے ہوئے انسان فہم حدیث میں درست معنی اور مفہوم تک پہنچ سکتا ہے اور شارع کی مقصود کو حاصل کر سکتا ہے، اگر اس کے برعکس معاملہ کیا جائے تو پھر شریعت کے اصول و ضوابط کو سمجھنے اور شارع کے مقصود تک پہنچنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

4- سیاق و سباق اور اسبابِ ورود کا خیال رکھنا:

کسی بھی کلام کا سیاق و سباق ہوتا ہے یعنی متکلم نے اس کلام کو کس انداز اور کس اسلوب میں بیان کیا ہے اور اس گفتگو سے پہلے یا بعد کون سے معاملات کا ذکر یا گفتگو موجود ہے، اسی طرح جب یہ گفتگو یا بیان جاری کیا گیا تو اس کے اسباب کیا تھے، بعض دفعہ سبب کوئی سوال ہو سکتا ہے، بعض دفعہ سبب کوئی واقعہ ہو سکتا ہے، بعض دفعہ سبب کوئی سابقہ قصہ یا کہانی ہو سکتا ہے، لہذا ان کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن لم يحط علما بأسباب الكتاب والسنة وإلا عظم خطؤه كما قد وقع لكتير

من المتفقهين والأصوليين والمفسرين والصوفية¹

”جو اسباب نزول آیات اور اسباب ورود احادیث کا علم نہیں رکھتا وہ بڑی غلطیوں میں واقع ہوتا ہے

جیسا کہ بہت سے علماء اصول، مفسرین، صوفیہ اور خود کو فقیہ کہنے والے لوگ واقع ہوئے ہیں۔“

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"كثيرٌ من الأحاديث وقعت على أسباب، ولا يحصل فهمها إلا بمعرفة ذلك"²

”بہت سی احادیث کے زبان رسالت سے ادا ہونے کے اسباب ہیں جنہیں ان احادیث کو سمجھنے کے

لیے جاننا ضروری ہے۔“

لہذا معلوم ہوا کہ درست فہم حدیث کے لیے حدیث کے سیاق و سباق اور اس کے واقع ہونے کا سبب یا اس حکم کے آنے کا سبب معلوم کرنا انتہائی ضروری ہے تاکہ پوری گفتگو، پورا واقعہ اور پوری صورت حال سامنے آسکے اور

¹ ابن تیمیہ، المسودة في أصول الفقه، ص 131۔

² شاطبی، الموافقات، 4: 155۔

درست فہم حدیث معلوم ہو سکے۔

5۔ فہم سلف کی رعایت رکھنا:

امت کے خیر خواہ یعنی اسلاف کے فہم کا خیال رکھا جائے کہ انہوں نے کسی حدیث یا آیت سے کیا مفہوم مراد لیا ہے کیوں کہ انہوں نے بڑی محنت سے اور جاں فشانی سے قرآن و سنت کا فہم امت تک منتقل کیا ہے، سلف سے مراد نبی کریم ﷺ کی حدیث کے مطابق تین زمانوں کے لوگ ہیں جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَجِيءُ أَقْوَامٌ تَسْبِقُ شَهَادَةَ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ، وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ"¹

”سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو اس کے بعد ہوں گے، پھر وہ لوگ جو اس کے بعد ہوں گے اور اس کے بعد ایسے لوگوں کا زمانہ آئے گا جو قسم سے پہلے گواہی دیں گے اور گواہی سے پہلے قسم کھائیں گے۔“

قرآن و حدیث کی نصوص میں فہم سلف کی اہمیت کا اندازہ اہل علم کے درج ذیل اقوال سے لگایا جاسکتا ہے۔
امام احمد بن حنبل ﷺ فرماتے ہیں:

"أَصُولُ السَّنَةِ عِنْدَنَا التَّمَسُّكُ بِمَا كَانَ عَلَيْهِ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالِاقْتِدَاءُ بِهِمْ"²

”جس پر صحابہ کرام تھے اسے مضبوطی سے تھام لینا، ان کی اقتدا کرنا اور بدعت کو ترک کر دینا یہ سب ہمارے نزدیک سنت کے اصول ہیں۔“

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الْعِلْمُ مَا جَاءَ عَنِ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا لَمْ يَجِيءَ عَنْ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فَلَيْسَ بِعِلْمٍ"³

”حقیقی علم وہ ہے جو محمد کریم ﷺ کے اصحاب کی جانب سے آئے اور جو ان سے منقول نہ ہو وہ علم ہی نہیں ہے۔“

¹ البخاري، الجامع الصحيح، كتاب الشهادات، باب: لا يشهد على شهادة جور إذا شهد، رقم الحديث 2652
² أحمد بن حنبل، أصول السنة (المملكة العربية السعودية: دار المنار، 1411هـ)، ص 14۔
³ ابن عبد البر، جامع بيان العلم وفضله 1: 617۔

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"يَجِبُ عَلَى كُلِّ نَاطِلٍ فِي الدَّلِيلِ الشَّرْعِيِّ مُرَاعَاةُ مَا فَهَمَ مِنْهُ الْأَوَّلُونَ، وَمَا كَانُوا عَلَيْهِ فِي الْعَمَلِ بِهِ؛ فَهُوَ آخِرِي بِالصَّوَابِ، وَأَقْوَمُ فِي الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ"¹
 ”شرعی دلیل میں غور و خوض کرنے والے ہر شخص پر واجب ہے کہ اسلاف کے فہم اور ان کے طریقہ عمل کو مد نظر رکھے کیونکہ یہ روش درستی کے زیادہ لائق اور علم و عمل میں زیادہ ٹھوس ہے۔“

لہذا معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کی نصوص کو سمجھنے کے لیے اسلاف کے فہم کی رعایت اور خیال رکھنا بہت ضروری ہے تاکہ کج روی سے احتراز کیا جاسکے اور درست سمت میں فہم معلوم ہو سکے۔

6- بنیادی مقاصد شریعت کی پاسداری کرنا:

شریعت میں اگرچہ نصوص کو ان کے ظاہری معنی پر محمول کرنا ہی بہتر ہے لیکن پھر بھی ان کا ظاہر شریعت کے بنیادی مقاصد اور مصالح کے خلاف نہ ہو، یہ مقاصد پانچ ہیں: حفظ النسل، حفظ العقل، حفظ الدین، حفظ المال اور حفظ العزۃ، لہذا ان مقاصد خمسہ کے خلاف کوئی قرآن و سنت کی نص ہر گز نہیں ہو سکتی، اس لیے فہم حدیث اور فہم قرآن کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے مقاصد شریعت کا خیال رکھنا کس حد تک ضروری ہے درج ذیل اقوال سے عیاں ہوتا ہے۔

امام عزالدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فإن الله تعالى أرسل الرُّسُلَ وَأَنْزَلَ الْكُتُبَ لِإِقَامَةِ مَصَالِحِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَدَفْعِ مَفَاسِدِهِمُ وَالْمَصْلَحَةَ لَذَّةً أَوْ سَبَبًا أَوْ فَرَحًا أَوْ سَبَبًا وَالْمَفْسَدَةَ أَلْمَ أَوْ سَبَبًا أَوْ غَمًا أَوْ سَبَبًا"²

”اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی مصلحتوں کو قائم کرنے اور مفسد کو دور کرنے کے لیے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور کتابوں کو نازل کیا، مصالح لذت یا اس کے اسباب، یا خوشی یا اس کے اسباب کو کہتے ہیں اور مفسد تکلیف یا اس کے اسباب، یا غم یا اس کے اسباب کو کہتے ہیں۔“

¹ شاطبی، الموافقات، 3: 289۔

² عزالدین بن عبد السلام، الفوائد فی اختصار المقاصد (بیروت: دارالفکر المعاصر، 1416ھ)، ص 32۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فإن الشريعة مبناها وأساسها على الحكم ومصالح العباد في المعاش والمعاد، وهي عدل كلها، ورحمة كلها، ومصالحُ كلها، وحكمة كلها؛ فكل مسألة خرجت عن العدل إلى الجور، وعن الرحمة إلى ضدها، وعن المصلحة إلى المفسدة، وعن الحكمة إلى العبث فليست من الشريعة وإن أُدخِلت فيها بالتأويل"¹

”شریعت کی اساس اور بنیاد بندوں کے دنیوی و اخروی مصلحتوں اور حکمتوں پر ہے، یعنی شریعت مکمل طور پر عدل، رحمت، مصلحت اور حکمت پر مبنی ہے چنانچہ ہر وہ مسئلہ جو عدل سے نکل کر ظلم کی طرف یا رحمت سے زحمت کی طرف یا مصلحت سے بگاڑ کی طرف یا حکمت سے لایعنی باتوں کی طرف چلا جائے، اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے اگرچہ تاویل کر کے اسے شریعت کا حصہ ماننا ممکن ہی کیوں نہ ہو۔“

لہذا معلوم ہوا کہ شرعی نصوص کے مطالب اور مفاد ہم بیان کرتے ہوئے شریعت کے بنیادی مقاصد خصوصاً مقاصد خمسہ اور دیگر بنیادی اصولوں اور قوانین کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے تاکہ شریعت کی منشا کے مطابق فہم حاصل ہو سکے۔

7- آیات قرآنیہ اور سیرتِ نبویہ کا خیال رکھنا:

دین اسلام کے بنیادی ماخذ قرآن اور حدیث ہیں، یہ دونوں آپس میں لازم و ملزوم ہیں کیوں کہ قرآن مجید میں اجمال ہے اور حدیث پاک میں اس کی تفصیل ہے اس لیے قرآن مجید کے ساتھ حدیث نبویہ کا علم اور بیان بہت ضروری ہے، اسی طرح بعض دفعہ حدیث نبویہ میں موجود احکامات کو سمجھنے کے لیے قرآن مجید کی آیات کو اس سے منسلک کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے تاکہ درست فہم معلوم ہو سکے، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، آپ کے افعال، آپ کے غزوات اور آپ کے حسن اخلاق کو سیرت کہا جاتا ہے اور یہ بھی ہمارے لیے حجت ہے اس سے بہت سے معاملات کی وضاحت اور تمیز ہو جاتی ہے لہذا حدیث فہمی کے لیے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ

¹ ابن قیم، إعلام الموقعین، 3: 429۔

سیرت نبویہ کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے، مزید وضاحت درج ذیل عبارات سے ہو گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾¹

”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ ہے۔“

امام ابن قیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ عقیدہ رکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث میں سے ایک بھی حدیث ایسی نہیں ہے جو قرآن کے خلاف ہو بلکہ قرآن کے تعلق سے حدیث کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم: وہ احادیث جو قرآنی احکام کی مؤید اور موافق ہیں، دوسری قسم: وہ احادیث جو قرآنی احکام کی تفسیر، قرآن کی مراد کی وضاحت اور مطلق کو مقید کرتی ہیں، تیسری قسم: وہ احادیث جن میں ایسے احکام کا ذکر ہے جن پر قرآن نے سکوت اختیار کیا ہے، قرآن سے متعلق حدیث کی ان تینوں قسموں کے علاوہ کوئی چوتھی قسم نہیں ہے اور ان اقسام میں سے کسی کو رد کرنا جائز نہیں ہے۔“²

امام علاء الدین حنفی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

”اللہ کے رسول کی ﷺ کی زبان اور الفاظ سے ثابت حکم کا مقام و مرتبہ وہی ہے جو قرآن جیسی دلیل قطعی سے ثابت اللہ کا حکم ہے یعنی دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔“³

لہذا معلوم ہوا کہ فہم حدیث کی درست سمت میں تعین کے لیے قرآن اور حدیث میں کوئی فرق روا نہیں رکھنا چاہیے ان دونوں کو آپس میں لازم و ملزوم خیال کرنا چاہیے، اسی طرح حدیث فہمی کے لیے سیرت طیبہ کے اصول و ضوابط اور مناجح کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ احکام شریعت کی عملی تفسیر ہیں کہ آپ نے صحابہ کے سامنے زندگی بسر کی ہے لہذا ان اصول و ضوابط کا خیال رکھتے ہوئے درست سمت میں فہم حدیث کا تعین کیا جاسکتا ہے۔

¹ القرآن، الأحزاب 21:33۔

² ابن قیم، محمد بن ابی بکر، الجوزیة، الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة (الریاض: دار عطاءات العلم، 2019م)، 1: 186۔

³ حنفی بخاری، عبد العزیز بن أحمد، کشف الأسرار شرح أصول البزدوی (دار الکتب الإسلامی)، 3: 183۔

8- ظاہری معنی کا یا ظاہری معنی سے عدول کا خیال رکھنا:

شرعی نصوص عربی زبان میں ہیں اور عربی زبان کے جاننے والا شرعی نصوص کو کس وقت ان کے ظاہری معنی پر محمول کرے گا اور کس وقت ان کے ظاہری معنی سے عدول کرے گا، شریعت کی نصوص کے بارے میں عمومی اصول یہ ہے کہ انہیں ظاہری معنی پر محمول کیا جائے گا یہاں تک کہ کوئی ایسی دلیل یا قرینہ آجائے جو ان کے ظاہری معنی پر محمول کرنے سے مانع ہو، اس کی مزید وضاحت درج ذیل اقوال سے ہوتی ہے۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَيَجِبُ أَنْ يُحْمَلَ حَدِيثُ رَسُولِ اللَّهِ عَلَى عُمُومِهِ وَظَاهِرِهِ، إِلَّا أَنْ يَقُومَ الدَّلِيلُ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ غَيْرُ ذَلِكَ، فَيَعْدِلُ إِلَى مَا دَلَّ الدَّلِيلُ عَلَيْهِ"¹

”حدیث کو اس کے عموم اور ظاہر پر محمول کرنا واجب ہے الا یہ کہ کوئی ایسی دلیل آجائے جو ظاہر کو چھوڑ کر غیر ظاہری معنی مراد لینے پر دلالت کرتی ہو۔“

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ لفظ کو اس کے ظاہر پر محمول کیا جائے الا یہ کہ کوئی معنی آجائے۔²

امام شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ظاہر پر عمل کرنا واجب ہے یہاں تک کہ کوئی شرعی دلیل آجائے جو مرجوح احتمال کی طرف پھیر دینے والی ہو یہی تمام اصولیوں کا نقطہ نظر ہے۔³

لہذا معلوم ہوا کہ شرعی نصوص کو بنیادی طور پر ان کے ظاہری معنی پر محمول کیا جائے گا اور اگر کوئی ایسا قرینہ یا مانع آجائے جو ظاہری معنی سے عدول کرنے کی دلیل بن سکے تو اس وقت نص کو ظاہری معنی کے بجائے غیر ظاہری معنی پر محمول کیا جائے گا۔

¹ خطیب بغدادی، أحمد بن علي، الفقيه والمتفقه (المملكة العربية السعودية: دار ابن الجوزي، 1421هـ)، 1: 537۔

² الرازي، محمد بن عمر، مفاتيح الغيب المعروف بتفسير الرازي (بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1420هـ)، 27: 549۔

³ الشنقيطي، محمد أمين بن محمد، أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن (بيروت: دار ابن حزم، 2004م)، 7: 472۔

9- غیر ضروری شرائط سے اجتناب کرنا:

فہم حدیث کے لیے غیر ضروری شرائط سے اجتناب کرنا بہت ضروری ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ بعض دفعہ ایسی شرائط فہم حدیث میں مانع بن جاتی ہیں جیسا کہ بعض کے ہاں یہ اصول موجود ہے کہ حدیث پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ صحابی کا عمل اس بیان کردہ حدیث کے مطابق ہو، یہ اور اس طرح کی دیگر غیر ضروری شرائط سے اجتناب کرنا فہم حدیث کا باعث ہے، اس کی مزید وضاحت درج ذیل قول سے ہوتی ہے۔
امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"إِنَّ الْخَبَرَ إِذَا صَحَّ كَانَ حُجَّةً مِنْ غَيْرِ اعْتِبَارِ شَرْطٍ آخَرَ"¹

”حدیث جب صحیح ہو تو وہ حجت ہے اس میں کسی اور شرط کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔“

لہذا معلوم ہوا کہ فہم حدیث میں سب سے بڑی رکاوٹ غیر ضروری اور غیر معیاری شرائط کو عائد کرنا ہے لہذا ان سے اجتناب کرنا بہت ضروری ہے۔

10- حدیث سے متعلقہ علوم سے شناسائی حاصل کرنا:

حدیث فہمی کے لیے حدیث سے متعلقہ علوم سے تعلق بہت ضروری ہے تاکہ حدیث کی صحت، ضعف اور تحسین کے معاملات اچھے طریقے سے حل ہو سکیں، اس کے ساتھ حدیث کے بارے ناخ و منسوخ، محکم و متشابہ، مطلق و مقید، عام و خاص، مختلف الحدیث اور متعارض وغیرہ کا علم حاصل کرنا بھی بہت ضروری ہے، اسی طرح ضعیف حدیث کو مقبول حدیث کے معارض نہ ٹھہرانا وغیرہ جیسے اصول و ضوابط اور دیگر متعلقہ علوم سے شناسائی بہت ضروری ہے، مزید وضاحت درج ذیل اقوال سے ہو گئی ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ علم مختلف الحدیث کی اہمیت میں لکھتے ہیں:

"هذا من أهم الأنواع، ويضطر إلى معرفته جميع العلماء من الطوائف"²

”علم مختلف الحدیث فن مصطلح کی اہم ترین قسم ہے جس کی ضرورت تمام علماء کو ہوتی ہے۔“

¹ ابن قدامة، عبد الله بن أحمد، المغني (الرياض: دار العلم للكتب، 1997م)، 1: 275۔

² النووي، محيي الدين يحيى بن شرف، التقريب والتيسير لمعرفة سنن البشير النذير (بيروت: دار الكتاب العربي،

1985م)، ص 90۔

امام ابو بکر اقلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وکلّٰ خبرین علم أنّ النبی تکلم بہما فلا یصحّ دخول التعارض فیہما علی وجہ
وإن کان ظاہرہما متعارضین¹

”ہر وہ دو حدیثیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوں ان کے درمیان کسی بھی صورت میں تعارض نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ بظاہر متعارض ہوں۔“

لہذا معلوم ہوا کہ فہم حدیث کی وادیوں میں صراطِ مستقیم پر رہنے کے لیے علوم الحدیث سے تعلق بہت ضروری ہے، علوم الحدیث میں سے بھی خصوصاً سند حدیث اور متن حدیث سے متعلقہ تمام علوم خصوصاً نسخ منسوخ، مطلق مقید، عام خاص، متعارض یا مختلف الحدیث کا علم ہونا بہت ضروری ہے۔

خلاصہ:

اس سے یہ نتائج اخذ ہوئے ہیں کہ فہم سے مراد وہ گفتگو، بات یا مسائل ہیں جو ذہن مستنبط کرتا ہے اور یہ حصول علم کے بعد ہوتا ہے، علم کا مطلب ادراک ہے اور ادراک کے بعد جو حاصل ہو اسے فہم کہا جاتا ہے۔ فہم میں تفاوت کا بنیادی سبب علم و معرفت میں کمی، حدیث فہمی کے اصول و ضوابط کے بارے میں عدم آگاہی اور بعض کا بعض پر علمی فوقیت رکھنا ہے۔ فہم حدیث میں غلطی کے اسباب: عربی زبان کے اسرار و رموز، مفردات کے معانی، مدلولات الفاظ سے واقفیت، عربی زبان و ادب اور نحو و صرف میں مہارت کے بغیر کوئی شخص کتاب و سنت کے نصوص کو صحیح طریقے سے سمجھ نہیں سکتا، خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہوئے مخصوص فکر اور نظریہ کے مطابق تشریح کرنا، تعصب اور غلو، منہج سلف سے انحراف اور دلائل پر عقل کو فوقیت دینا ہیں۔ فہم حدیث کے اصول و ضوابط: حدیث کا تمام شرائط کے مطابق صحیح ثابت ہونا، مختلف الفاظ پر مشتمل متون حدیث کو جمع کرنا، شرعی اور لغوی مفہم میں تفریق کرنا، سیاق و سباق اور اسباب و رد کا خیال رکھنا، فہم سلف کی رعایت رکھنا، بنیادی مقاصد شریعت کی پاسداری کرنا، آیات قرآنیہ اور سیرت نبویہ کا خیال رکھنا، ظاہری معنی کا یا ظاہری معنی سے عدول کا خیال رکھنا، غیر ضروری شرائط سے اجتناب کرنا اور حدیث سے متعلقہ علوم سے شناسائی حاصل کرنا ہیں۔ ان اصول و قواعد کی پاسداری سے درست فہم حدیث کا حصول ممکن بنایا جاسکتا ہے۔

¹ خطیب بغدادی، أحمد بن علی، الکفایة فی علم الروایة (حیدرآباد دکن: دائرة المعارف، 1357ھ)، ص 33۔